مولانا دین محمد وفائی مرحوم
ترجمہ: رحمت فرخ آبادی ایم۔ اے

سندھی زبان کی مختصر تاریخ

ہمارے علاقہ سندھ میں اس دور میں جو سندھی زبان بولی جاتی ہے، اگر اس کی ساخت اور پرداخت پر صحیح طور سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ سندھی زبان، عربی اور پراکرت یا بگڑی ہوئی سنسکرت کی ملاوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح نر اور مادے کے جنسی تعلق سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح سنسکرت اور عربی کی ملاوٹ سے سندھی زبان پیدا ہوئی ہے۔ اس طرح اگر سنسکرت کو سندھی کی ماں کہا جائے تو عربی کا تعلق سندھی سے باپ کا سا ہوگا۔

جب ہم سندھ کی تاریخ کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عربی زبان کا سندھ سے تعلق اسلام سے بھی بہت پہلے سے تھا۔ سندھ، جزیرہ نما عرب کے قریب ترین علاقوں میں سے ہے اور اسی وجہ سے ان دونوں علاقوں میں قریب ترین تعلقات ہیں۔ جس طرح آج کل خانہ کعبہ، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کا مرکزی نقطہ ہے، اسی طرح قدیم زمانے میں یہی خانہ کعبہ دنیا کے بت پرستوں کی زیارت گاہ بھی تھا۔ تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ اسلام سے پہلے ہندوستان کے ہندو بت پرستی کے ارادے سے خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتے تھے۔

اس واقعہ کو مصر کے خدیو عباس حلمی پاشا نے اپنے سفرنامہ "رحلۃ الحجازیہ" میں پوری تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے، اسی لیے سوامی دیانند نے جو ہندو قوم کا ایک بہت بڑا آدمی ہے، اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ مہابھارت کی لڑائی کے دور میں ہندوستان کے راجے مہاراجے عربی زبان بولتے تھے۔ سوامی دیانند نے اپنی اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب ہدیشٹر، لاکھی کے گھر گیا تو اس نے اس سے عربی میں کچھ کہا جس کا جواب ہدیشٹر نے بھی عربی ہی میں دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کے سمندر پار ملکوں سے بھی تعلقات تھے، جس کی وجہ سے ان کے لیے عربی اور دیگر زبانوں کا سیکھنا لازمی امر تھا[1] سوامی دیانند کی تحقیقات

---

[1] دیکھیے ستیارتھ پرکاس، بنارس ایڈیشن۔ سملاس ۱۱،۲۔ صفحہ ۲۶۵

کے مطابق ہندوستان یا سندھ کے اسلام سے قبل عرب سے ایسے تعلقات تھے کہ عربی زبان یہاں کے راجاؤں کے دربار میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان کا قدیم ترین تاریخی دور سے ہی سندھ سے تعلق تھا۔ یہ غلط ہے کہ یہ تعلق آفتابِ اسلام کے طلوع ہونے کے بعد پیدا ہوا۔

اسلام کے بعد سندھ میں باقاعدہ عربی زبان کے رواج کی ابتدا ہوگئی۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم کی فتحِ سندھ سے لے کر بنو عباس کے گورنروں کے دور تک سندھ میں سرکاری دفتری زبان عربی تھی اور اسی زبان میں تمام خط و کتابت ہوتی تھی اور کئی نومسلم سندھی آسمانِ علمِ حدیث کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ابو معشر نجیح السندھی، عربی علم و ادب کے اس پائے کے جیّد عالم تھے کہ امام ابوعیسیٰ ترمذی اور کئی دوسرے بلند پایہ عالموں اور محدثوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح کئی دوسرے بلند پایہ علما اور عربی کے شاعر سندھی یا سندھی النسل عرب تھے اور عراق میں پہلی صدی ہجری میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔

عباسی خلیفہ مامون کے دور میں سنسکرت کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے کئی پنڈت سندھ اور ہندوستان سے دربارِ خلافت بغداد میں طلب کیے گئے، جنھوں نے سنسکرت زبان کی کئی نادر اور نایاب کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ پھر یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ سندھ میں ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ یہاں کے بیشتر لوگوں کی مادری زبان عربی تھی۔ اسی وجہ سے مشہور عرب سیاح ابنِ حوقل بغدادی اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ اہلِ سندھ کی بولی عربی اور سندھی ہے۔

درج بالا تاریخی حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے جزیرہ نما عرب سے تعلقات ازمنۂ قدیم سے ہیں۔ یہ گمان کرنا کہ عربی زبان کا سندھ میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد رواج ہوا بالکل غلط ہے۔ سوامی دیانند بذاتِ خود ان قدیم تعلقات کا اقرار کرتے ہیں۔ عربوں کی حکومت کے بعد اگرچہ سندھ میں عربی زبان کے مادری زبان ہونے کا درجہ نہ رہا لیکن سندھی زبان میں عربی کے سیکڑوں الفاظ اس طرح شامل ہوگئے کہ علم اللسان کے ماہرین کے علاوہ عام آدمی ان کو نہیں جان سکتا کہ اس لفظ کی بنیاد عربی ہے یا سندھی۔ مثلاً وطاؔ سے وٹو۔ بطیخ سے بدک۔ تعویذ سے تائتھ۔ شراع سے سرٹھ۔ بیعاؔ سے بیانو۔ ضعیفہ سے زائفا، بصل سے بصر۔ توم سے تھوم۔ قاطع سے کاتی۔ قال سے گال۔ رواؔ سے رتو۔ حاذق سے ہاتک۔ حوض سے ہود وغیرہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو عربی سے بگڑ کر سندھی بن گئے،

لیکن سندھی زبان میں ایسے الفاظ بھی کثرت سے ہیں جو اپنی اصل شکل وصورت اور لب و لہجے سمیت سندھی زبان میں کچھ اس طرح شامل ہوگئے ہیں کہ یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ عربی زبان سے ان کا تعلق ہے۔ مثلاً حاصل، مطلب، قدر، نظر، عیب، ثواب، عزت، غریب، نکاح، طلاق، عید، جمعہ، موت، حیات، عام، خاص، صحیح، غلط، وکیل، اصیل، طبیب، غرض، فرض، دعا، دوا، وقت وغیرہ۔

سندھی زبان کی تاریخ میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سندھ میں سندھی زبان کس نمونے اور کس انداز کی بولی جاتی تھی۔ جس سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے کہ موجودہ سندھی زبان اور اس دور کی سندھی زبان میں کس حد تک فرق یا تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح اسلام سے پہلے مہابھارت کے دور تک کی سندھی زبان کی اصلیت پر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

موئن جوڈرو کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے بعد ہمیں جو کتبے یا اشیا دستیاب ہوئی ہیں ان سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ تین ہزار سال قبل مسیح میں سندھ میں جو حروفِ تہجی استعمال ہوتے تھے وہ عراق کے اس دور کے حروفِ تہجی سے ملتے جلتے تھے۔ نہ صرف رسم الخط بلکہ سندھ کی تہذیب اور یہاں کا تمدن بھی بالکل اہلِ عراق سے ملتا جلتا تھا۔ اس دور سے لے کر ابتدائے اسلام تک یعنی کئی ہزار سال تک کی سندھی زبان اور اس کا رسم الخط تاریکی میں ہے۔

سندھ سے عربوں کی حکومت کے ختم ہونے کے بعد جب سندھ غزنوی سلطنت کے زیرِ انتظام آیا تو اب عربی زبان کے بجائے سرکاری زبان فارسی قرار پائی اور اسی زبان میں سرکاری خط وکتابت کی جانے لگی۔ اس زمانے میں سندھ کے کچھ مخصوص علاقوں پر سومرہ خاندان حکومت کر رہا تھا۔ لیکن اس دور کی سندھی زبان کی اصلیت یا حقیقت پر کسی طرح کی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ سومرہ خاندان کی حکومت کے بعد اقتدار پر سمہ خاندان کا قبضہ ہوگیا۔ سمہ خاندان کے آخری حکمرانوں میں سے ایک یعنی جام فیروز کے دور میں ٹھٹھے کے مشہور صوفی، عالم اور فاضل حضرت قاضی قاضن (متوفی ۹۵۸ھ) گزرے ہیں۔ ان کا سندھی کلام جو بیان العارفین میں درج ہے ہمیں قدیم سندھی زبان کے رنگ اور آہنگ سے آگاہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے میں جب ارغون خاندان کے وارثوں نے اپنے جانشین حکمران ترخان خاندان پر ہندوستان کے مغل بادشاہ اکبر اعظم سے حملے کرائے تو اسی زمانے میں نئے ہالہ کے مشہور ولی اللہ مخدوم نوح علیہ الرحمۃ نے

سندھی زبان میں شاعری کی۔ ان کے کلام سے بھی ہمیں قدیم سندھی زبان کے بارے میں واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی دور میں مخدوم محمد جعفر بوبکانی نے عربی زبان میں ''حل العقود فی طلاق السنود'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں انھوں نے سندھی زبان کے لیے الفاظ اور جملوں سے بحث کی ہے کہ جن کے ادا کرنے سے طلاق ہو سکتی ہے۔ ان کے اس رسالے سے ہم یہ اندازہ بڑی آسانی سے لگا سکتے ہیں کہ دسویں صدی ہجری میں سندھ میں سندھی زبان بولی جاتی تھی۔ ان کے بعد حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کے معتقد اور تربیت یافتہ سید عبدالکریم بلڑی والے کے سندھی کلام نے شہرت حاصل کی۔ شاہ عبدالکریم غالباً سب سے پہلے بزرگ ہیں جن کا سندھی کلام قلم بند کیا گیا ہے۔

شاہ عبدالکریم بلڑی والے کے دور کے بعد فوراً ہی سندھ کا تعلق دہلی اور قندھار سے قائم ہوا، اور دوسری طرف ہندوستان میں اسلامی بادشاہت میں زوال کے آثار بھی نظر آنے لگے۔ اس دور میں بلوچوں اور سندھ کے کلہوڑہ حکمرانوں کے درمیان جھگڑے شروع ہوئے۔ اسی دور میں ہمیں سندھی زبان و ادب کے کئی بلند پایہ شیریں مقال نظر آتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب سلطنتوں کا زوال شروع ہوتا ہے تو اس زمانے میں قوم کے نازک خیال شاعر اور بلند پایہ فلسفی عالم وجود میں آتے ہیں۔ سندھ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے زمانے میں یا پھر یوں کہیے کہ بارھویں صدی ہجری میں سندھی زبان کو عام طور پر پھیلانے اور مروج کرنے والے جید عالم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ہیں جنھوں نے اس زمانے میں کئی کتابیں اپنے دور کی مروجہ زبان میں لکھ کر اہلِ سندھ پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ اسی دور میں مخدوم صاحب کے اطراف و جوانب میں سندھی شعرا کا ایک حلقہ نظر آتا ہے جس میں مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی، علامہ محمد معین ٹھٹھوی، فقیر عبدالکریم گرہوڑی، پیر محمد زماں لواری والے، میاں محمد حسین ٹھٹھوی اور سندھ کے زندہ جاوید شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کے علاوہ بھی اس دور کے کئی اور بزرگ شامل ہیں جنھوں نے سندھی زبان میں اپنے افکار و خیالات کو قلم بند کر کے لوگوں تک پہنچایا۔

اس دور میں سندھ کی سرکاری اور دفتری زبان فارسی تھی اور عربی زبان کا استعمال مدرسوں کے علما و اساتذہ کرتے تھے، لیکن عوام الناس کی زبان سندھی تھی مگر سندھی زبان کا نہ تو کوئی رسم الخط تھا اور نہ سندھی زبان عام طور پر لکھی جاتی تھی، جو کچھ لکھا بھی جاتا تھا اس کو عربی رسم الخط میں لکھا جاتا اور عربی کے ہی اعراب استعمال کیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ دستور ہے کہ جب کوئی زبان عملی رنگ اختیار کرتی ہے اور

زندہ رہنے کے لیے کوشش کرتی ہے تو سب سے پہلے وہ نظم میں لکھی جاتی ہے۔ آپ اردو زبان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ابتدا میں اس میں منظوم کلام کہا گیا اور پھر اس کے بعد اس زبان نے ترقی کی دیگر منازل طے کیں۔ اُردو زبان کے محققین کے خیال کے مطابق اردو نثر سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے قرآن کریم کے ترجمے کی صورت میں پیش کی، اس کے بعد یہ ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی موجودہ دَور تک پہنچی ہے۔ اسی طرح سندھی زبان نے بھی پہلی مرتبہ نثر میں پیش ہوتے وقت قرآن کریم کے ترجمے کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ مٹیاری کے ایک بزرگ مخدوم عزیز اللہ (وفات ۱۲۷۰ھ) نے بارھویں صدی کے وسط میں قرآن پاک کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا جو کئی مرتبہ بمبئی سے شائع ہو کر اہلِ سندھ کے لیے موجبِ خیر و برکت ہوا۔

اس کے بعد ۱۲۹۹ھ (۱۸۵۲ء) کے قریب سندھ کے کمشنر سر بارٹل فریر نے فارسی کی جگہ سندھی زبان کو سرکاری خط و کتابت اور دفتری زبان کے طور پر لازم قرار دیا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ سندھی کے مخصوص حروف کا نقطوں اور نشستوں کے لحاظ سے الگ رسم الخط بھی تیار کیا جو اب تک مروج ہے۔

سندھی رسم الخط کی تیاری سے اور اس کے بدلنے سے سندھ کی قدیم نظم کی تصویر بھی بدل گئی، کیوں کہ اس دورِ وسطیٰ میں سندھی نظم نے عربی عروض کا قالب اختیار کر لیا تھا جو ہر لحاظ سے اس کے قدوقامت کے لیے موزوں تھا۔ خلیفہ گل محمد ہالائی پہلے سندھی بزرگ ہیں جنھوں نے سندھی زبان کو عربی اور فارسی کے قالب میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد تیرھویں صدی ہجری میں ایسے ایسے نامور جید عالم پیدا ہوئے جنھوں نے فارسی شعر کے ساتھ ہی ساتھ سندھی شعر و ادب کی بھی خدمت کی۔ ایسے شعرا میں سید غلام محمد شاہ گدا، مخدوم غلام محمد پیر جھنڈے والے، مخدوم ابراہیم خلیل ٹھٹھوی، سید غلام مرتضیٰ شاہ مرتضائی، آخوند عبدالواحد سائل حیدر آبادی، خلیفہ محمد قاسم ہالائی، حافظ حامد کھہڑائی وغیرہ زندہ جاوید شاعر نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد سے آج تک سندھی شعر و ادب کے میدان میں جو گل سر سبد نظر آتے ہیں وہ ان ہی بزرگوں کے گوشہ چین ہیں۔

سندھی زبان کی عبارت اور رسم الخط نے ۱۸۵۲ء سے جو تبدیلیاں اختیار کی ہیں، وہ ایک بہت ہی طویل داستان ہے، ہم اس سے قطع نظر کر کے یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو سندھی اخباروں اور کتابوں میں لکھی جاتی تھی وہ ہندو اور مسلمانوں میں یکسانیت کی حامل تھی اور دونوں کا رنگ و آہنگ بھی

ایک ہوتا تھا۔ سندھی کے قدیم ترین اخبار "سندھ سدھار" کے پرانے فائلوں کے مطالعے سے ہمارے اس دعوے کا بیّن ثبوت مل سکتا ہے۔ اسی طرح سندھ کے محکمۂ تعلیم کی وہ کتابیں جن کے مصنفین ہندو اور مسلمان ہیں، تمام کی تمام ایک زبان اور ایک اسلوب اور رنگ و آہنگ کی حامل ہیں، لیکن گزشتہ دس پندرہ سال کے عرصے میں کچھ ہندوؤں کے دماغوں میں یہ خیال بیٹھ گیا ہے کہ سندھی میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ شامل کر کے سندھی زبان کی روانی اور اسلوبِ بیان کی سادگی کو بدل دیا جائے، اسی طرح دوسری طرف کئی مسلمانوں نے اُردو کی پیروی اختیار کرتے ہوئے سندھی میں اُردو، فارسی اور عربی کے نئے الفاظ داخل کرنے شروع کیے۔

سندھی زبان کی ابتدائی قدیم حالت سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ سندھی زبان کا عربی زبان سے بہت ہی گہرا اور ہمہ گیر تعلق ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ سندھی زبان کی ابتدا اور اس کے ارتقائی عمل کا کام اس جماعتِ اہلِ علم کی گود میں انجام دیا گیا جس کے علم و فضیلت کے سرچشمے اب تک ہمارے پاس بطور یادگار موجود ہیں۔ سندھی علم و ادب کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ زبان مسلمانوں کے ہاتھوں ہی پلی پھولی ہے اور اب قیام پاکستان کے بعد بھی سندھی زبان کی مزید ترقی و ارتقا کا دارومدار بھی مسلمانوں ہی پر ہے۔

اساسیاتِ اسلام :- از مولانا محمد حنیف ندوی

اسلام کے بنیادی تصورات کیا ہیں اور کس حد تک ان سے فرد و معاشرہ کے تقاضے پورے ہوتے ہیں، موجودہ دَور کے غلط علمی رجحانات نے کن غلط فہمیوں کو جنم دیا ہے اور اسلام کے نقطۂ نظر سے اُن کا کیا جواب ہے؟ اسلام علوم و فنون کے ارتقا کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور عقیدہ و عمل کے وہ کون سے خطوط ہیں جو انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتے ہیں؟ اساسیاتِ اسلام میں ان سوالات سے متعلق بڑے یقین پرور اور پُر اثر اسلوب میں بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ان تمام مشکلات کا تسلی بخش حل پایا جاتا ہے، جن سے کہ آج نوعِ انسانی دوچار ہے۔

قیمت -/۲۵ روپے

صفحات : ۱۶ + ۲۸۴

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور